باب۔10

عالم شہادت

عالم شہادت کو عالم ناسوت، عالم خلق، عالم ملک، اور عالم اجسام بھی کہتے ہیں۔ عالم شہادت میں کے اشیاء محسوس بحواسِ ظاہری ہوتے ہیں۔ شکل و صورت کے ساتھ وزن بھی رکھتے ہیں۔ تحتِ زمان و مکان ہیں۔ تدریجاً کمال کو پہنچتے ہیں۔ حالتِ سابق، لاحق کے لیے معد ہوتی ہے۔ اشیاء بھی مخلوق ہوتے ہیں۔ ان کے کمالات و استعدادت، مخلوق و مجعول ہوتے ہیں۔

عالم شہادت میں صرف زمانۂ حال، معلوم و مشہود ہوتا ہے۔ ماضی و مستقبل شہود نہیں ہوتے۔ کوئی شئے عالم شہادت میں نہیں ہوتی مگر یہ کہ اس کا وجود عالم مافوق میں ہوتا ہے، خواہ جوہر ہو یا عرض، خط یا ہندسہ، یا کچھ ہی ہو۔

10.1 جوہر ہبا:

وہ باریک باریک اجزاء یا ذرّات یا جز لایتجزیٰ، یا دقائق جن کے اجتماع و اتصال سے تمام اجسام اور ان سے عالم بنا ہے۔

(۱) شکل کُل: شکل اس تعین کا نام ہے جو ہیولا کو عارض ہوتا ہے۔

(۲) ہیولائے کُل: ہیولا وہ جس نے ابھی شکل نہ لی ہو، مگر شکل لینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(۳) جسم کُل: ان دونوں کے ملنے سے جسم بنتا ہے۔

10.2 شکل کُل:

جوہر ہبا کے ذرّات جب ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے ہیں اور مختلف اشکال میں نمودار ہوتے ہیں تو کلّی و مشترک شکل کو شکل کُل کہتے ہیں۔

10.3 ہیولائے کُل:

شکل لینے کے اعتبار سے اور محل صُور ہونے کے لحاظ سے جو ہر ہبا کو، ہیولائے کُل کہتے ہیں۔

10.4 جسم کُل:

ہیولائے کُل و شکل کُل کا مجموعہ، جسم کُل یا جسم عالم کہلاتا ہے۔

(۱) شکل جزئی (۲) ہیولائے جزئی (۳) جسم جزئی

شکل کُل کے مظاہر اشکال جزئیہ، ہیولائے کُل کے ظہورات ہیولائے جزئیہ اور جسم کی نمائشیں اجسام جزئیہ ہیں۔

بعض ملائکہ کے اجساد نوری ہیں، بعض کے ناری ہیں، بعض کے ہوائی ہیں۔ جنّات کے اجساد دُخانی ہوتے ہیں، جن میں جزو ناری غالب رہتا ہے۔ انسان کے اصلی اجساد تھوڑے سے بخاراتِ لطیفہ کے ہوتے ہیں جو خون سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو نسمہ کہتے ہیں۔ نسمہ مرنے کے بعد جسم سے نکل جاتا ہے اور بزورِ تخیل و حسِ مشترک، لطیف شکل لیتا ہے۔ اسی پر جسمانی عذاب و ثواب کا دارو مدار ہے۔ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے نسمہ کے ذریعے سے بخاراتِ شرائین پر، ان کے ذریعے سے اعصاب اور خون پر، ان کے ذریعے سے تمام اعضاء پر حکومت و تصرف کرتا ہے۔ مرتا ہے تو جسم سے نسمہ نکل جاتا ہے اور ایک زمانے تک تحلیل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اجزاء ایثریہ یعنی ایتھر کے اجزاء سے روح کا بلاواسطہ تعلق ہوتا ہے۔ اس کے توسط سے نسمہ سے، اس کے توسط سے روحِ قلبی سے، اس کے توسط سے خون اور تمام جسم سے، جہاں اجزاء و بخاراتِ کثیفہ جمع ہوتے ہیں، وہاں اکثر ارواحِ خبیثہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح بخاراتِ معطرہ سے ارواحِ طیبہ کو مناسبت ہوتی ہے۔

مادّہ: آج کل مادّے کی بڑی چیخ و پکار ہے۔ جس کی زبان پر دیکھو، مادّہ، نیچر، فطرت کا ذکر ہے۔

آؤ! ذرا اس مادّے پر غور کریں۔ آخر وہ ہے کیا؟ اس کے خواص و لوازم کیا ہیں۔۔؟

طبیعات میں مادّے کے خواص حسب ذیل ہیں:

متحیز ہے، یعنی جگہ گھیرتا ہے۔ امتداد رکھتا ہے، یعنی اس میں طول و عرض و عمق ہوتا ہے۔ وزن بھی رکھتا ہے، کیوں کہ اس کے اجزاء میں کشش و جاذبیت ہوتی ہے۔ استمرار یعنی متحرک تو ہمیشہ متحرک ہوتا ہے، جب تک اس کو کوئی باہر سے ساکن نہ کر دے۔ ساکن تو ہمیشہ ساکن، جب تک باہر سے کوئی اس کو متحرک نہ کر دے۔

مادّہ جس کی یہ شان ہے، عالم شہادت کی ایک چیز ہے۔ وہ ہوا کرے۔ روحانیات والوں پر کیا مضر اثر پڑتا ہے! مادّے کے ہونے سے روحانیات کی نفی کیوں کر ہو سکتی ہے؟ مادّے کے خواص میں ذی علم ہونا، صاحبِ ارادہ ہونا، داخل نہیں۔ لہٰذا ارادے کے لیے خارج از مادّہ کوئی نہ کوئی شے ضرور ماننی پڑے گی۔

کوئی ذرا غور کرے کہ "میں" کون ہوں؟ کیا اجزاء جسم میں سے ہوں۔۔؟ کیا ہاتھ ہوں، پاؤں ہوں، سر ہوں، خون ہوں، گوشت یا ہڈی ہوں۔۔؟ ہرگز نہیں۔ جنگ میں ہاتھ پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ ہر ہفتہ بال اور ناخن کٹواتا ہوں۔ مگر مجھ میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ پیدا ہونے کے وقت سے میرے جسد کی مقدار کیا تھی؟ اب کیا ہے؟ پہلے وزن کتنا تھا، اب کتنا ہے؟ تحلیل اور بدل ما یتحلل سے ۷ یا ۱۲ سال میں تمام جسم نیا ہو جاتا ہے۔ ۷۵ سال کی عمر میں ۸ دفعہ جسم بدل چکا ہوں۔ مگر میں تو جو پہلے تھا سو اب بھی ہوں۔ وہی میری انانیت ہے۔ سب کچھ ہو گیا مگر انا ہی انا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔

محلِّ علم، جسمانی شے ہوتی ہے تو جسم کی تحلیل اور اس کے اجزاء کے جدا ہونے سے علم بھی مفقود ہو جاتا ہے۔ مگر ۱۲ سال کے پیشتر کی باتیں اور واقعات مجھے اب بھی برابر یاد ہیں۔ میرے علم میں حاضر ہیں۔

میں اپنے ارادے سے اٹھتا ہوں، بیٹھتا ہوں، چلتا پھرتا ہوں۔ میں بے اردہ مادّہ ہوتا تو حرکت ارادی نہ کرتا۔

مادّے اور اجزائے مادّے کے خواص و تعلقات سے بحث کرنے والوں کو، روحانیات سے کیا تعلق! جو شخص اپنے دائرۂ علم و عمل سے باہر قدم رکھے وہ اجنبی ہے۔ جُولاہا، سنار کے کام میں دخل دے تو وہ ناواقف ثابت ہو گا۔ ہیئت دان طبیب سے جھگڑے تو یہ اس کی نادانی ہو گی۔ ہر فن کے حدود و عمل میں ایک فن والے کا دوسرے کے فن میں دخل دینا حماقت ہے، سفاہت ہے۔

10.5 مذہب:

فطرتِ الٰہی کا سمجھنا، اسرار قدرت کا دریافت کرنا، بلاشبہ انسان کا کمال ہے۔ مادّیات و محسوسات کے سمجھنے کے لیے خدائے تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ ماوراء الطبیعات، روحانیات، غیر محسوسات کے سمجھنے کے لیے خدائے تعالیٰ معلّم روانہ کرتا ہے، جس کی فطرت غیر معمولی ہوتی ہے۔ وہ محسوسات و غیر محسوسات دونوں سے علاقہ رکھتا ہے۔ غیر محسوس سے لیتا ہے اور محسوس کو دیتا ہے۔ میری مراد اِس سے پیغمبر یا رسول یا اوتار ہے۔ پیغمبر کا بیان آئندہ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

گھڑیال کے گھنٹے کی سوئی کو آنکھ متحرک نہیں دیکھتی۔ آفتاب، ستاروں، سایۂ دیوار کو چلتے نہیں دیکھتی، تو اس سے اعلیٰ قوت یعنی عقل اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ عقل سلیم جن امور کے ادراک سے عجز ظاہر کرتی ہے یا حکم لگاتی ہے تو غلط لگاتی ہے۔ تو اس سے اعلیٰ قوت یعنی ایمان، کشف، وحی، اس کے ہادی و پیشوا ہو جاتے ہیں۔

مذہب اور عقل کا مقام ایک نہیں تو ان میں تصادم بھی نہیں۔ چھکڑا، ہوائی جہاز سے کیا ٹکرائے گا۔ ٹکرانے کے لیے ہم سطح ہونا ضروری ہے۔

سائنسدانوں کی یہ شکایات کہ مذہب میں مادّیات کے باہمی تعلقات اور ان کے روابط و احکام بیان نہیں کئے گئے، بے جا ہے۔ مذہب کے پاس خدائے تعالیٰ اور انسان، پیغمبر اور امّت، انسان اور عوالم غیر مادّی کے روابط کا بیان کرنا اہم ہے۔ کیوں کہ عقل انسانی ان کے ادراک سے عاجز ہے۔ مذہب، محسوسات و مادّیات میں سے ان تعلقات و احکام کو بیان کر دیتا ہے جن کا

اثر روح اور عوالم مابعد، میں آخرت میں پڑنے والا ہے۔ نیز مذہب کی نظر کلّیات پر رہتی ہے نہ کہ جزئیات پر، کیوں کہ جزئیات غیر متناہی، لاتعدد، لاتحصیٰ ہیں۔ اگر ہر جزئی چیز کی تعلیم کا متکفل وحی والہام ہی ہو تو عقل، جو عظیم ترین عطائے الٰہی ہے، بے کار ہو جاتی۔ بچوں کو خود بھی غور و فکر کرنا چاہیے، مگر استاد کی رہنمائی اور متابعت میں۔۔۔ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَـٰذَا بَاطِلًا (آل عمران:۱۹۱)۔ مذہب واجب ٹھہراتا ہے کہ عقل دائرہ عمل میں ضرور کد و کاوش کرے۔ مگر اپنی حد سے باہر دوڑے گی تو سر کے بل گرے گی اور پھر اٹھنا نصیب نہ ہو گا۔

10.6 معجزہ:

لاز آف نیچر، نوامیس، فطرت، قوانین قدرت اور فطرۃ اللہ کے چند اَسرار، وہ بھی صرف مادّیات سے مادّیات کے بعض تعلقات کے جاننے پر آپے سے باہر ہو جانا، دوسرے نوامیس و اَسرار سے انکار کر بیٹھنا، علمی ترقیوں کا سدباب کرنا ہے۔ ابھی تم کو تمھارے جسد سے کیا تعلق ہے، کب معلوم ہوا؟ تم کو خدائے تعالیٰ سے کیا تعلق ہے؟ اس کا معلوم کرنا تو کارے دارد۔۔۔ ایک گڑھے میں تھوڑا سا ناپاک پانی ہے۔ اس کے آس پاس چند مینڈکیاں ہیں کہ بیٹھی ٹرّا رہی ہیں۔ انھیں کیا معلوم کہ دنیا میں بحر ذخّار، دریائے ناپیدا کنار بھی ہے۔

سائنس و فلاسفی سے ہے کیا حاصل
کیا ہے لاجیک و ہسٹری کا حاصل
جب اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تم نے
جو کچھ کہ لکھا پڑھا وہ سب لاحاصل حسرتؔ

ایک چار سال کا بچہ ہے۔ اس نے ہر روز آفتاب کو روشن دیکھا۔ کبھی سورج گہن نہیں دیکھا۔ وہ اپنی عمر کے تجربے کی بنا پر سورج گہن سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّـهِ (الرّوم:۳۰)۔ کیا اس کا سورج گہن سے انکار کرنا اپنے ناقص ذاتی تجربے و استقرار پر ناموس الٰہی

کو منحصر سمجھنا، صحیح ہے۔۔؟ ہر گز نہیں۔ اول تو تمھارے پاس کتنے زمانے کی تاریخ ہے؟ پھر تفصیل وار کتنے واقعات قیدِ قلم ہیں؟ اصل یہ ہے کہ تنگیٔ دل ان انکارات کا باعث ہوئی ہے۔ الناس اعداء لما جهلوا۔۔۔ یہ تمام خود پسند لوگ ایک مغالطے کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، یعنی جو چیز ہم نہیں جانتے وہ سرے سے ہی نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنے عدم علم کو عدم وجود کا مساوی سمجھتے ہیں۔

ایک اور بات پر توجہ کرو۔ ایک بڑا ماہر لوہار ہے جو ہاتھ کی چھڑی میں بندوق بناتا ہے۔ ایک سادہ کار ہے جو گھنڈیاں اور انگوٹھیاں خوب بناتا ہے۔ تو کیا میں ان کو صرف ان کی دستکاری میں ماہر مانوں یا منطق، فلسفہ اور عقلیات سب میں ان کو امام زماں مانوں، اور ان کے اقوال کو کالوحی من السماء سمجھوں۔ اگر ایسا کروں تو یہ میرا جہل ہوگا، حماقت ہوگی۔ مگر آج کل ایک وبائے عظیم عالمگیر ہوگئی ہے کہ مغرب والوں کو جو دیکھا کہ وہ کپڑے بُننے میں، لوہاری کے کام میں، دواسازی میں، ہوائی جہازوں سے بمباری کرنے میں، مہلک گیسوں میں قتل عام کرنے میں، ماہر ہیں تو اب ان میں کے ہر ایک شخص کی رائے کو، گو وہ روحانیات سے کتنا ہی نابلد کیوں نہ ہو، قرآن شریف سے زیادہ وقعت دی جاتی ہے۔ پھر بعض تو قرآن سے انکار ہی کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض توڑ موڑ کر قرآن شریف کے معنٰی وہ بتاتے ہیں جو ان مادّہ پرستوں کے خیالات کے تابع ہیں۔ اور پھولے نہیں سماتے کہ یہ بات تو خود تیرہ سو سال پہلے قرآن میں بیان کردی گئی ہے۔ اس جہل، اس نادانی اور اس حماقت کی کچھ انتہا بھی نہیں۔ لَاحولَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشیَآءِ کَمَا هِیَ، تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ، وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔

یہ بیماری کچھ مسلمانوں ہی سے خاص نہیں، بلکہ ہندو اور عیسائیوں کو بھی لگ گئی ہے۔ بلکہ یہ داءِ فرنگ ہے، جو اہل یورپ سے ہندوستان کے نوجوانوں کو لگ گئی ہے۔ اعوذ باللہ العظیم۔

10.7 بسائط:

قدیم حکماء کے پاس بسائط ۴ ہیں۔ آب، آتش، خاک، باد۔ اور حکمائے حال کے پاس ۹۲، یا اس سے زیادہ ہیں۔ مثلاً، ہائیڈروجن، آکسیجن، کاربن، سوڈیم، پوٹاشیم، چاندی، سونا، لوہا، تانبا وغیرہ۔

تحلیل میں ان کی یہ غایت کوشش ہے۔ عرفا کے پاس مخلوقات میں سے ہر شے اسماء و صفات الٰہیہ کا پرتو یا ان پر قائم ہے۔

10.8 مرکبات:

ذاتِ الٰہی و صفات بسیطِ حق کبھی ظاہر نہیں ہوتے۔ جو کچھ ظاہر ہے، وہ حادث، اعتباری مرکب ہے۔ کیوں کہ حدوث و اعتباریت، مرکب کو عارض ہوتی ہے، نہ کہ بسائط کو۔ اصل یہ ہے کہ ذاتِ حق کا جو بسیطِ محض ہے، نیز صفاتِ بسیط کا کوئی مظہر نہیں۔ کیوں کہ مظہر حادث اور موجود بالعرض ہوتا ہے۔ اور کوئی مظہر ایسا نہیں جس میں متعدد صفات نہ ہوں، اور وہ مرکب نہ ہو۔ ظہورِ صفات کی مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

10.9 جمادات، نباتات، حیوانات:

جمادات: ان میں امتداد یعنی طول و عرض و عمق ہے۔ ان میں نشو و نما اور ظاہری جان نہیں رہتی۔

نباتات: ان میں علاوہ طول و عرض و عمق کے قوتِ نامیہ، غازیہ وغیرہ ہوتی ہے۔ نباتات میں ایک قسم کی حیات بھی ہوتی ہے۔ وہ نقل مکان اور حرکت ارادی نہیں کر سکتے۔

حیوانات: ان میں علاوہ امتداد اور نشو و نما کے، ظاہری حیات اور احساس اور حواسِ خمسہ اور ادنیٰ درجے کا تفکر بھی ہوتا ہے۔ حیوانات، نباتات، اور جمادات کی بقاء کے لیے جتنی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، فطرت ان کو سب دے دیتی ہے۔ حیوانات کا بچہ پیدا ہوتے ہی چلنے لگتا ہے۔ حضرتِ انسان ہیں کہ ان کے ہزار بے سرو سامانی کا بدلہ ایک "عقل" ہے۔

بَدِیعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَإِذَا قَضَیٰ أَمْرًا

فَإِنَّمَا یَقُولُ لَهُ

كُن

فَیَكُونُ